نظرات

پڑوسی ملک پاکستان میں محترمہ بے نظیر بھٹو کی بڑے پیمانے پر وہاں کے انتخابات میں کامیابی اور اس کے نتیجے میں موصوفہ کے اقتدار پر آجانے سے بین الاقوامی سطح پر علمی فکری اور مذہبی بنیادوں پر کئی سوالات ابھر آئے ہیں۔

ایک طبقہ کی رائے ہے کہ اسلام کسی عورت کی سربراہی خاص طور پر کسی مملکت اسلامیہ میں عورت کی سرداری کا حق ہرگز تسلیم نہیں کرتا اور نہ گذشتہ چودہ صدیوں کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تقسیم ہند کے ساتھ ہی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا وجود بیش بہا جانی اور مالی قربانیوں کے بعد قائم ہوا ہے۔ یہ لوگ اس ذیل میں پیغمبر اسلام حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ "وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے عورت کو اپنے ملک کا انتظام وانصرام سونپا۔"

جبکہ دوسرے طبقے کی رائے میں یہ دور جمہوریت کا دور ہے۔ اسلام نے خلافت کا تصور دیا ہے اور عملاً اس کا قیام بھی ہوا ہے اس میں تو عورت کی حاکمیت نہیں ہے البتہ جمہوری نظام میں اس کی گنجائش ہے اور خلافت و جمہوریت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ امامتِ صغریٰ اور امامتِ کبریٰ کی بحث بھی اپنی جگہ قابلِ توجہ ہے۔ رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور حدیث سو وہ ایک خاص پس منظر میں ہے

کسریٰ کی لڑکی سربراہ تھی، اور "قوم کے مستقبل" کے تعلق سے "خبر" کی حیثیت رکھتی ہے نہ کہ "حکم شرعی" کی۔ چنانچہ تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ کسریٰ کی لڑکی کی حکومت ناکام رہی اور بہت جلد تاریخ کے صفحۂ ہستی سے اس کا وجود ختم ہوگیا۔ جنگ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنفس نفیس خود فوج کی قیادت کر رہی تھیں۔ ملکۂ سبا "بلقیس" کی سربراہی اور حکومت کا تفصیلی واقعہ قرآن کریم میں موجود ہے اور اس پورے واقعہ کے سیاق و سباق کو غور سے پڑھنے کے بعد یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ عورت کی قیادت اور سیادت پر قرآن کریم نے کہیں کوئی نکیر نہیں کی ہے اور خود متحدہ ہندوستان کی تاریخ میں بیگم بھوپال کی مثال بھی سامنے ہے جس نے اپنی ریاست میں پوری شان اور دبدبے کے ساتھ حکمرانی کی، اور اس وقت ان کا ساتھ وقت کے اکابر علماء اور اسلامی دانشوروں نے بھی دیا۔
ماضی میں ہر چیز کی نظیر تلاش کرنا ویسے بھی اصولاً غلط ہے اور نہ اس طرح کوئی نظام چل سکتا ہے۔

اسلام حقیقی مساوات اور برابری کا قائل اور حامی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اسلام ہی سچی جمہوریت کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اسلام نہ صرف سرمایہ داری [illegible]امی ہے نہ نیشنل ازم کا، وہ دنیا میں فی الحقیقت صحیح اور واقعی جمہوریت کا [illegible]ار ہے، جس کا نمونہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے لے کر خلفائے [illegible]ین کے مبارک دور تک ہمیں ملتا ہے۔ جمہوریت ہی وہ چیز ہے جو بڑے [illegible] کے امتیاز کو مٹاتی ہے اور خلوص اور سچی مساوات پیدا کرتی ہے [illegible] ملت اور [illegible] کی تعلیمات ہمیں یہی سکھاتی ہیں۔

اس اختلافی بحث نے بہرحال یہ موقعہ نکال دیا ہے کہ اسلامی شریعت کی رُو سے عورت کی امارت اور قیادت کی بھی گنجائش ہے۔ اگرچہ فقہائے اسلام نے اپنے دَور میں عوامی رجحان اور علم مزاج کے پیش نظر عورت کی امارت کی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے اور امارت کے لئے مرد ہونے کی ہی قید لگائی ہے۔ تاہم شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے "امامت" (مراد نماز) کے لئے "تقویٰ" اور "امارت" (مراد حکومت کی سربراہی) کے لئے "صلاحیت" کو شرط قرار دیا ہے۔

اس تناظر میں اگر پاکستان کی موجودہ مقبول قیادت اور بین الاقوامی حالات اور سیاست کا جائزہ لیا جائے تو وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو کی ابھرتی ہوئی بھرپور شخصیت ہر لحاظ سے موزوں اور مناسب معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ بقول بے نظیر بھٹو پاکستان کے حالیہ انتخابات دراصل "آمریت" اور "جمہوریت" کے درمیان تھی اور پاکستانی عوام نے اپنے سیاسی شعور کے پیش نظر آمریت کو رد کرکے جمہوریت کو قبول کیا اور اس طرح قیام پاکستان کے بعد جمہوری دور کا آغاز کیا ہے۔

بہرحال پاکستانی عوام کے انتخاب کے ساتھ ہی جمہوریت کی بحالی کی خوشی میں ہمارے ملک کے لوگ بھی شامل ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دونوں پڑوسی ممالک کے جو متنازعہ مسائل ہیں وہ خوشگوار ماحول میں باہمی گفت و شنید اور افہام و تفہیم سے حل ہونے کی راہیں ہموار ہوں گی۔ اختلافات کے مہیب بادل چھٹیں گے اور برصغیر کے کروڑوں عوام جو آپس میں [illegible] محبت، امن و آشتی اور خیرسگالی کے پیغام کو بڑھاوا دینے کے لئے [illegible]

مخالف میں دونوں ممالک کے جوان سال سربراہ مسٹر راجیو گاندھی
اور محترمہ بے نظیر بھٹو اپنا مثبت اور تعمیری رول ادا کرکے عصری تاریخ میں
اپنا ایک مستقل مقام بنا سکیں گے۔

پاکستان میں غیر جانب دار اور منصفانہ انتخابات کے نتیجہ میں بے نظیر نے
قیادت سنبھالی اور پاکستانی عوام نے جس طرح P.P.P کو اقتدار سونپا
اس کو لے کر حسب روایت ہمارے نام نہاد قومی پریس اور بعض اخبارات کے
مدیروں اور کالم نویسوں نے ایک مرتبہ پھر بدنام زمانہ شاہ بانو کیس
کی طرح "ترقی پسندی" "رجعت پسندی" اور "مذہب وابستگی" کے خلاف ایک
طوفان بدتمیزی کھڑا کیا اور اس تاثر کو پوری قوت اور زور استدلال کے
ساتھ عام کرنے کی کوشش کی کہ اب جبکہ پاکستانی عوام نے اسلام کو
یکسر مسترد کر دیا ہے اور ایک سوشلسٹ نظریات کی پارٹی کا ساتھ
دیا تو ہندوستان کے مسلمان ہر وقت اسلام، ملی تشخص اور بنیاد پرستی
کی دہائی کیوں دیا کرتے ہیں؟ حالانکہ پاکستانی عوام نے نہ اسلام کو مسترد کیا
اور نہ اسلامی قوانین و ضوابط سے انحراف اور عدم دلچسپی کا اظہار
کیا بلکہ اسلام کے ان نام نہاد علمبرداروں، ٹھیکے داروں، اور اسلام
اور قرآن کریم کے مقدس ناموں اور پیغام کا مسلسل استحصال
کرنے والوں کو مسترد کر دیا۔ پاکستان کے
انتخابات اسلام اور غیر اسلام کے درمیان نہیں بلکہ جمہوریت اور
آمریت کے درمیان تھے۔ لوگوں نے ایک ایسی پارٹی کا انتخاب کیا
جو اسلام کے تحفظ کے ساتھ ساتھ جمہوری اور آئینی حقوق